

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

عشرہ ذی الحجہ کے فضائل

(مورخہ ۲۹ ذی قعدۃ الحرام ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۱ اگست ۲۰۱۸ء، شب یک شنبہ)

أَلْحَمْدُ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنُسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤْمِنُ بِهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوذُ
بِاللَّهِ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا وَنَعُوذُ بِاللَّهِ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ
أَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يَضِلَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَنَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
وَخَدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَنَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ أَرْسَلَهُ إِلَى
كَافَّةِ النَّاسِ بِشِيرٍ أَوْ نَذِيرٍ أَوْ دَاعِيٍّ إِلَى اللَّهِ يَأْذِنُهُ وَسِرَاجًا مُنِيرًا صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَ
عَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيمًا كَثِيرًا كَثِيرًا. أَمَّا بَعْدُ.

فَاعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۝ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝

والفجر وليال عشر. وقال تعالى: ان عدة الشهور عند الله اثني عشر شهرا
في كتاب الله يوم خلق السموات والارض منها اربعة حرم ذلك الدين القيم
فلا تظلموا فيهن أنفسكم.

وعن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال النبي ﷺ: ما من الأيام العمل الصالح فيهن
أحب إلى الله من أيام العشر قالوا: ولا الجهاد في سبيل الله يا رسول الله؟ قال: و
لا الجهاد في سبيل الله إلا رجل خرج بنفسه وماله ثم لم يرجع من ذلك بشيء أو
كما قال عليه الصلاة والسلام.

ذوالحجہ کا چاند نکل یا پرسوں ہونے والا ہے، اور ذوالحجہ کا پہلا عشرہ آیا ہی چاہتا ہے اس

لیے آج درس قرآن کے بہ جائے ذوالحجہ سے متعلق کچھ مفید باتیں آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں:

ولیل عشر سے کیا مراد ہے؟

سورۃ والفجر کے شروع میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے قسم کھائی ہے، والفجر (قسم ہے صبح کی) ولیل عشر (اور دس راتوں کی) یہاں کون سی صبح مراد ہے؟ اس سلسلے میں تین باتیں کہی گئیں ہیں:

(۱) حضرت علیؓ، عبد اللہ بن عباسؓ اور عبد اللہ بن زبیرؓ سے منقول ہے کہ اس سے روزانہ کی صبح صادق مراد ہے۔ اس لیے کہ روزانہ طلوع ہونے والی فجر ایک نیا پیغام اور نیا انقلاب لے کر آتی ہے۔ اور اس آیت میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسی کی قسم کھائی ہے۔

(۲) حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے ایک قول منقول ہے، جو حضرت مجاہدؓ سے بھی نقل کیا گیا ہے کہ اس سے مراد محرم کی پہلی تاریخ کی صبح صادق ہے۔ یعنی اسلامی سال کے پہلے دن کی صبح صادق مراد ہے۔

(۳) یہ بھی حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے منقول ہے، اور دیگر ائمہ کی تفسیر سے بھی یہ بات نقل کی گئی ہے کہ اس سے دسویں ذی الحجہ، یوم النحر کی صبح صادق مراد ہے۔

اسلامی تاریخ کا اصول:

اس لیے کہ اسلامی تاریخ اور کیلینڈر میں اصول یہ ہے کہ گذشتہ رات کو آنے والے دن کے تابع قرار دیا جاتا ہے، جیسے کل ۲۹ ذوالقعدة ہے، تو آج کی رات ۲۹ ذوالقعدة کی رات کہلائے گی۔ لیکن دسویں ذی الحجہ، یوم النحر سے پہلے والی رات اُس دن کے تابع

نہیں ہے؛ بلکہ اس کو گذشتہ دن (۹ رزی الحج یعنی یوم عرفہ) کے تابع قرار دیا گیا ہے۔ اس لیے کہ حجاج کا ۹ رزی الحج کو عرفات میں وقوف ہوتا ہے، جس کا وقت زوال سے شروع ہوتا ہے۔ اس کا مسنون طریقہ تو یہ ہے کہ زوال کے بعد ظہر اور عصر کی نماز ایک ساتھ پڑھ کر (اگر اس کے شرائط پائے جائیں) وقوف شروع کریں، غروب آفتاب تک۔ اور غروب آفتاب کے بعد عرفات سے مزدلفہ کے لیے چلیں۔ لیکن اگر اللہ کے کسی بندے کو عرفات میں ٹھہرنے کا موقع نہ ملا، ہوائی جہاز لیٹ ہو گیا، اور وہ نویں ذی الحج کو مغرب کے وقت ہی جدہ اتر ا۔ جب کہ لوگ عرفات سے نکلتے ہیں۔ تو اس کے لیے شریعت نے رات ہو جانے کے باوجود اجازت دی ہے کہ وہ عرفات جائے، اگر اس نے صبح صادق سے پہلے پہلے عرفات میں وقوف کر لیا، تو اس کا حج درست ہو جائے گا۔ گویا ۹ ویں ذی الحج کے بعد کی رات کو حجاجیوں کے حج کا لحاظ کرتے ہوئے شریعت مطہرہ نے بجائے دسویں تاریخ کے تابع بنانے کے نویں کے تابع رکھا ہے۔ گویا ۹ ویں ذی الحج کو دو راتیں ملیں، ایک رات تو اس کی اپنی ہے ہی، اور دوسری جو دسویں ذی الحج کی رات ہے وہ بھی اس کو دے دی گئی۔ اور ۱۰ ویں ذی الحج کا دن بغیر رات کے رہ گیا، اور اس کی صبح صادق ایک امتیازی صبح ہے، ایسی صبح کہ اس کو رات نہیں ملی، اسی امتیازی شان کے پیش نظر اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس صبح صادق کی قسم کھائی۔

کون سی راتیں مراد ہیں؟

اور قسم ہے دس راتوں کی۔ اب یہ دس راتیں کون سی؟ اس کے متعلق تقریباً سب کا اتفاق ہے کہ اس سے ذوالحجہ کی دس راتیں مراد ہیں۔ عربی زبان میں لفظ لیل دن پر بھی بولا

جاتا ہے۔ ہم جو بولتے ہیں کہ میں فلاں جگہ چار دن رہ کر آیا، تو ہم اردو اور گجراتی میں بھی لفظ دن بولتے ہیں، لیکن اہل عرب جب کسی جگہ چار دن کے قیام کو بتلانا چاہتے ہیں، تو وہ چار راتیں بولتے ہیں۔ ان کا عرف یہی ہے۔ بہر حال! یہاں لیال عشر سے ذوالحجہ کے پہلے دس دن، عشرہ ذوالحجہ مراد ہے۔ اسلام میں اس کی بڑی فضیلت ہے۔

مختلف مہینوں میں مختلف عبادات:

دیکھو! اسلامی کیلینڈر کے مختلف دنوں اور مختلف مہینوں میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے مختلف عبادات مشروع کی گئیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے نماز کو فرض کیا ہے، نماز کا تعلق تو اوقات سے ہے۔ روزے فرض کیے، تو روزے کا تعلق دنوں اور مہینہ سے ہے۔ رمضان کا مہینہ روزوں کی ادائیگی کے لیے خاص کیا گیا ہے۔ کوئی آدمی اگر فرض روزے کے طور پر رمضان کے مہینہ کو چھوڑ کر شعبان، رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ چار۔ پانچ مہینے کے روزے رکھ لے، تب بھی فرض ادا نہیں ہوگا، فرض تو رمضان کے مہینہ میں ہی ادا ہوتا ہے۔ فرض کی ادائیگی کے لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے رمضان کے مہینے کو مقرر کیا ہے۔ ہاں! اگر فوت ہو گیا ہے، تو بعد میں اس کی قضاء کی جاسکتی ہے، لیکن ادائیگی کا وقت تو وہی ہے۔ اسی طرح رمضان کے مہینہ میں کچھ دیگر عبادات بھی اللہ نے رکھی ہیں۔ جیسے رمضان کے آخری عشرہ میں نبی کریم ﷺ بڑے اہتمام سے اعتکاف فرماتے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنی پوری حیات طیبہ میں اعتکاف کا بڑا اہتمام کیا، بلا کسی عذر کے کبھی ترک نہیں فرمایا۔ آپ ﷺ کے بعد صحابہؓ بھی اس کا اہتمام کرتے رہے۔ اور فقہاء نے بھی رمضان کے آخری عشرہ کے اعتکاف کو سنت مؤکدہ علی الکفایہ قرار دیا ہے۔ اسی طرح رمضان کے آخری عشرہ میں ایک رات ہے،

جس کو لیلیۃ القدر کہتے ہیں۔ جس کی فضیلت میں قرآن پاک میں سورہ قدر مکمل نازل ہوئی۔ جس میں بتلایا گیا کہ اس رات کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے بھی بڑھ کر ہے۔ اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رات رمضان کے آخری عشرہ میں آتی ہے۔ تو گویا مہینہ کی خصوصیت، عشرہ کی خصوصیت، رات کی خصوصیت۔ اسی طرح بعض دن اور بعض مہینے بھی ایسے ہیں جن میں شریعت نے کچھ مخصوص احکام دیے ہیں۔ رمضان کے بعد تو شوال کا چاند طلوع ہوتے ہی حج کے مہینے شروع ہو جاتے ہیں۔ قرآن مجید میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: الحج اشھر معلومات۔ حج مقررہ مہینوں میں کیا جائے گا۔ یعنی تین مہینے: شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ۔ یہ حج کے مہینے کہلاتے ہیں۔ (البتہ ذوالحجہ کے صرف ۱۳ دن، اس کے بعد حج کے ایام ختم ہو جاتے ہیں۔ ان ۱۳ دن کو ہی پورے مہینے کے حکم میں شمار کر لیا گیا ہے)۔

ازل سے ابد تک:

میں نے آپ کے سامنے آیت کریمہ تلاوت کی کہ چار مہینے ایسے ہیں، جن کو اشھر حُرُم قرار دیا گیا۔ منہا اربعة حرم۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قمری سال کو ۱۲ مہینوں کا بنایا۔ قرآن میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان عدة الشهور عند الله اثني عشر شهرا۔ مہینوں کی تعداد اللہ کے یہاں ۱۲ ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اسی کو فرمایا تھا: الزمان قد استدار كهيئته يوم خلق السماوات والأرض۔ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو جب پیدا کیا تھا، اُس دن جو حساب مہینوں کا شروع ہوا، وہی حساب آج بیٹھا ہے۔ اور فرمایا: السنة اثنا عشر شهراً (سال بارہ مہینے کا ہے) اور ان میں سے چار مہینے حرمت

والے ہیں۔ باری تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا: ان عدة الشهور عند الله اثنتی عشر شهراً فی کتاب الله۔ یعنی ازل سے، ابھی تو زمین و آسمان پیدا نہیں کیے گئے تھے، تب سے اللہ نے یہ فیصلہ کر لیا ہے۔ بعد میں لوگوں نے سال کے حساب میں گڑ بڑ کرنا شروع کیا تھا۔ اور سال میں بارہ مہینوں کے بجائے ایک مہینہ کا اضافہ کر دیتے تھے۔ جیسے ہمارے ہاں جو بکرمی (vikram samvat) کیلینڈر چلتا ہے، اس میں ادھک ماس (adhik mas) کے نام سے ہر تین سال میں ایک مہینہ کا اضافہ کر دیتے ہیں۔ ہمارا اسلامی کیلینڈر قمری ہے، بکرمی کیلینڈر بھی قمری ہے، اور عیسوی کیلینڈر شمسی ہے۔ تو یہ عرب قمری کیلینڈر کو شمسی کیلینڈر کے مطابق بنانے کے لیے اس میں بھی اسی طرح گڑ بڑ کرتے تھے۔ اور ہر تین سال میں ایک مہینہ کا اضافہ کیا جاتا تھا۔ قرآن نے اس کو منع کر دیا کہ نہیں! سال تو بارہ مہینہ ہی کا رہے گا۔

کبھی گرمی کبھی سردی:

قرآن نے قمری سال چلایا ہی اس لیے کہ اللہ کی حکمت اور مصلحت اس بات کی متقاضی تھی کہ شریعت کے احکام کی ساری سہولتیں پورے سال میں گھومتی رہیں۔ دیکھو! انگریزی سال کا حساب تو ایسا ہے کہ گرمی کے مہینے متعین ہیں: مئی، جون اور جولائی۔ جب سے یہ کیلینڈر چل رہا ہے یہی تین مہینے گرمی کے کہلاتے ہیں۔ سردی کے مہینے دسمبر، جنوری اور فروری۔ چنانچہ شمسی سال میں موسم متعین ہے، قمری سال میں متعین نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رمضان قمری سال کے اعتبار سے رکھا، اس میں اچھا نظام ہے اس طرح کہ قمری سال گھومتا رہتا ہے، لہذا رمضان کبھی گرمیوں میں آئے گا، کبھی سردیوں میں آئے گا، کبھی

بارش میں آئے گا۔ گویا روزوں کی فضیلت مختلف موسموں کے اعتبار سے حاصل ہوگی۔ اسی طرح حج کے مہینے بھی شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ رکھے۔ ذوالحجہ میں حج کے ایام بھی ہیں، اس کے پانچ دنوں میں حج ہوتا ہے۔ اور ذوالحجہ قمری مہینہ ہونے کے وجہ سے حج بھی سال بھر میں گھومتا رہتا ہے۔ تو حج کبھی گرمیوں میں، کبھی سردیوں میں اور کبھی بارش کے زمانے میں آئے گا، گویا ہر موسم کا لطف اُس عبادت میں حاصل ہوگا۔ مان لیجیے کہ اگر ماہ رمضان گرمیوں میں ہی آتا، تو لوگ پریشان ہو جاتے، ہر سال لمبے روزے اور گرمی برداشت کرنی پڑتی، لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ نے عبادات کا نظام قمری حساب کے ساتھ جوڑا ہے۔

قمری مہینہ میں دوسری حکمتیں بھی ہیں۔ شمسی مہینے کا حساب کوئی جاہل آدمی سمجھ نہیں سکتا ہے، کوئی اس کو کیلینڈر بتائے گا کہ یہ مہینہ شروع ہوا، اور یہ ختم ہوا، تو اس کو پتا چلے گا۔ قمری مہینہ کا حساب سیدھا ہے۔ چاند نکلا، پہلی تاریخ، اب وہ ایک مہینہ تک چلے گا۔ مہینہ کے آخری حصہ میں ایک یا دو دن چاند چھپا رہتا ہے، پھر نیا چاند شروع ہوا، تو نیا مہینہ شروع ہوا۔ گویا یہ چاند کا مہینہ قدرت نے ایسا رکھا ہے کہ جاہل لوگ، جو حساب و کتاب جیسی چیزوں سے واقف نہیں ہیں وہ بھی آسانی سے اس کو سمجھ سکتے ہیں۔

سجائ تیری قدرت !!!:

دوسری بات کہ جن علاقوں میں ۶-۶ مہینے کے دن اور ۶-۶ مہینے کی راتیں ہیں، وہاں کیا ہوتا ہے؟ وہاں بھی چاند روزانہ دکھے گا۔ سورج تو ۶ مہینے تک نظر نہیں آتا، لیکن چاند کا چکر اللہ تعالیٰ نے ایسا بنایا ہے، اور اس کو اس طرح گھمایا ہے کہ وہ وہاں بھی برابر نظر آتا رہتا ہے۔ تو ۶ مہینے کی راتوں میں بھی لوگوں کو پتا چلے گا کہ تاریخ کون سی چل رہی ہے؟ یہ اللہ

کا ایک نظام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسلامی حساب کو قمری حساب کے ساتھ اسی لیے جوڑا ہے تاکہ لوگوں کو آسانی ہو جائے۔ دیہات کے رہنے والے بھی اس کو آسانی سے معلوم کر سکتے ہیں۔

ذوالحجہ کے ان دس دنوں کی اسلام میں بڑی اہمیت ہے۔ انہی دنوں میں حج کے ایام بھی آتے ہیں: ۸ ذی الحجہ سے ۱۲ ذی الحجہ تک۔ اور قربانی کے دن بھی اسی میں آتے ہیں: ۱۰/۱۱ اور ۱۲ ذی الحجہ۔ دیکھو! نماز اللہ نے پانچ وقت کی فرض کی ہے۔ فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء؛ لیکن ان فرائض کے علاوہ کوئی آدمی نفل جب چاہے پڑھ سکتا ہے، دن میں، رات میں؛ البتہ دو۔ تین وقت ایسے ہیں، جو تھوڑی دیر کے لیے مکروہ قرار دیے گئے ہیں، ان میں نفل نہیں پڑھ سکتا، باقی چوبیس گھنٹے میں آپ جب چاہیں نفل پڑھ لیں۔ فرض روزے اللہ تعالیٰ نے رمضان میں رکھے۔ لیکن رمضان کے علاوہ سال بھر میں (ایام منہیہ کو چھوڑ کر) کوئی روزے رکھنا چاہے تو رکھ سکتا ہے۔

حاجات العبادات:

حج کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو پانچ دن متعین کیے ہیں، تو جس پر حج فرض ہے؛ وہ بھی انہی دنوں میں کرے گا، اور جس کو نفل حج کرنا ہے وہ بھی انہی پانچ دنوں میں کرے گا۔ حج ان پانچ دنوں کے علاوہ نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح قربانی ہے۔ قربانی کے لیے تین دن متعین کیے گئے۔ تو قربانی ایک ایسی عبادت ہے کہ سال بھر میں ان تین ہی دنوں میں ادا کی جاسکتی ہے۔ جن پر واجب ہے وہ بھی، اور جو نفل قربانی کرنا چاہتے ہیں وہ بھی ان تین دنوں میں ہی قربانی کر سکتے ہیں۔ ایسا نہیں کہ نفل قربانی آپ سال بھر میں جب چاہو تب کرو۔ اور نفل حج آپ سال بھر میں جب چاہو تب کرو۔ نہیں! وقوف عرفات کا وقت مقرر ہے ۹ ویں ذی الحجہ

کوزوال کے بعد سے وقوف کرنا ہے۔ اس کے علاوہ سال کے ۳۵۹ دنوں میں عرفات کا میدان خالی پڑا ہوا ہے، آپ وہاں خیمے ڈال کر پڑے رہیں، تب بھی وقوف کے نام سے ایک نیکی بھی نہیں ملے گی۔ اسی طرح جمرات، شیطین کو ۱۰/۱۱، اور ۱۲/رذی الحجہ، میں کنکریاں ماری جاتی ہیں، ان تین دنوں کے علاوہ بھی وہ کھمبے وہیں موجود ہوتے ہیں، کوئی ڈھیر ساری کنکریاں لے کر مارے، تب بھی ایک نیکی ملنے والی نہیں ہے۔ تو بہر حال! یہ حج کی عبادت کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وقت مقرر ہے، فرض حج کا بھی، اور نفل حج کا بھی اور قربانی کا بھی وقت مقرر ہے، فرض کا بھی، نفل کا بھی۔ تو یہ دو عبادتیں ایسی ہیں کہ ان کے مقررہ اوقات کے علاوہ نہیں ہو سکتی ہیں۔ لیکن ذوالحجہ کا عشرہ ایسا ہے کہ اس میں ہم نماز بھی پڑھتے ہیں، روزے بھی رکھ سکتے ہیں، اور قربانی کے دن آئیں گے، تو قربانی بھی کر سکتے ہیں، اور حج کے دنوں میں حج بھی کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں!!! گویا تمام عبادتیں ان دنوں میں کی جاسکتی ہیں۔ رمضان کا مہینہ اپنی جگہ پر کتنا ہی برکت و عظمت والا ہو، لیکن اس میں کوئی حج اور قربانی کرنا چاہے، تو نہیں کر سکتا گویا یہ دن ایسے ہیں کہ ساری عبادتیں ان میں ادا ہوتی ہیں۔ اسی لیے علماء نے لکھا ہے کہ ان دنوں کو سال کے تمام دنوں پر فضیلت حاصل ہے۔

ہر عمل اللہ کو محبوب:

بخاری شریف میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نقل فرماتے ہیں کہ سال کے کسی بھی دن میں اللہ کو نیک عمل اتنا پسند نہیں، جتنا ان دس دنوں میں پسند ہے۔ آپ کوئی بھی نیک عمل کرو، عمل کی بھی تعیین نہیں، روزہ رکھو، نماز پڑھو، صدقہ و خیرات کرو، قرآن کی تلاوت کرو، تسبیح پڑھو۔ حتیٰ کہ صحابہؓ نے پوچھا: یا رسول اللہ! اللہ کے

راستے میں جہاد کرنا؟۔ چوں کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنا بڑا اونچا عمل ہے۔ کیا ان دنوں میں کوئی آدمی قرآن کی تلاوت کرے گا تو اس کی تلاوت دیگر ایام میں اللہ کے راستے میں کیے گئے جہاد سے بھی بڑھ کر ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں! بالکل نہیں۔ آپ ان دنوں میں قرآن پڑھیں گے، تسبیح پڑھیں گے، تو اس کا ثواب اور دنوں کے جہاد سے بھی بڑھ کر ملے گا۔ آگے حضور ﷺ فرماتے ہیں: البتہ کوئی آدمی اپنی جان اور مال لے کر یعنی گھوڑا وغیرہ لے کر جہاد میں نکلا، اور خود بھی شہید ہو گیا، اور اپنے مال کو بھی قربان کر دیا، کچھ واپس لے کر نہیں آیا، اس آدمی کا عمل اتنا اونچا ہے کہ ان دنوں کا کوئی عمل اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ بہر حال! اس سے معلوم ہوا کہ ان دنوں میں کوئی بھی عمل اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔

ہر شب شبِ برات ہر روز روزِ عید:

ترمذی شریف اور ابن ماجہ شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے، نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ کسی بھی دن میں اللہ کو اپنی عبادت اتنی پیاری نہیں ہے، جتنی ان دنوں میں۔ یعنی دیگر ایام کے مقابلے میں ان دنوں میں کوئی بندہ اللہ کی عبادت کرے، تو وہ اللہ تعالیٰ کو بہت پسند آتی ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ ان دنوں میں سے ہر دن کے روزے کا ثواب سال بھر کے روزوں کے برابر ہے۔ ان میں سے ۹ دنوں میں روزہ رکھا جاسکتا ہے، دسواں دن عید کا ہے، اس میں روزہ نہیں رکھ سکتے۔ اور ان راتوں میں سے ہر رات کی عبادت کا ثواب شب قدر کی عبادت کے برابر ہے۔ دیکھو! رمضان میں شب قدر تو ایک آتی ہے، اور یہاں دس راتوں میں عبادت کر سکتے ہیں۔ اور رمضان میں شب قدر کو ڈھونڈنا پڑے گا، رمضان میں تو ہم اس کی جستجو میں رہتے ہیں، پتا نہیں ملی یا نہیں ملی۔ اور یہاں تو علی

(طے شدہ) ہے۔ آپ رات بھر عبادت کریں، آپ کے نام شب قدر کے برابر عبادت کا ثواب لکھ دیا جائے گا۔ کتنی بڑی فضیلت ہے!!!

ایک خاص تسبیح:

مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ کو سال کے کسی دن میں بھی بندہ کی عبادت اتنی عظمت والی اور اتنی پیاری نہیں ہے، جتنی ان دنوں میں ہے۔ اسی لیے حضور ﷺ فرماتے ہیں: فأكثرُوا فيها التهليل والتكبير والتحميد. ان دنوں میں تم لا إله إلا الله، الله أكبر اور الحمد لله کثرت سے پڑھو۔ اور تکبیر تشریق میں یہ کلمات آجاتے ہیں۔ الله أكبر الله أكبر لا إله إلا الله والله أكبر الله أكبر والله الحمد. اس میں تہلیل، تکبیر اور تحمید آگئی۔ تو ان دنوں کے لیے یہ خاص تسبیح حدیث میں آئی ہے۔

معدودات و معلومات کی معلومات:

بخاری شریف میں روایت ہے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں ہے: وليشهدوا منافع لهم وليذكروا اسم الله في أيام معلومات. لوگ حج کے زمانے میں اپنے فائدے کی چیزیں حاصل کرنے کے لیے مقررہ دنوں میں بیت اللہ میں حاضری دیں، اور اللہ کا ذکر کریں (تو یہاں معلومات سے ذوالحجہ کے دس دن مراد ہیں۔ اور واذكروا الله في أيام معدودات) (گنتی کے دنوں میں اللہ کو یاد کرو) بھی آیا ہے، چنانچہ اس کی شرح میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں، اس سے ایام تشریق مراد ہیں۔ یعنی ایام معدودات سے ایام تشریق مراد ہیں۔ اور ایام معلومات سے یہ دس دن مراد ہیں۔ ان دنوں میں اللہ کا ذکر کثرت سے کرنا چاہیے۔

.....مسلمانوں کی شان ظاہر ہو:

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت ابو ہریرہؓ ان دس دنوں میں گھر سے باہر نکلتے تھے تو زور سے تکبیر پڑھتے تھے، اور ان کی تکبیر سن کر لوگ بھی زور سے تکبیر پڑھتے تھے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا تو معمول تھا کہ اٹھتے، بیٹھتے، چلتے، پھرتے، لیٹے ان دنوں میں کثرت سے تکبیر پڑھتے تھے۔ ہمارے یہاں وہ رواج نہیں ہے۔ حالاں کہ فقہ کی کتابوں میں بھی لکھا ہے کہ جب عید الاضحیٰ کی نماز کے لیے جائے، تو زور سے تکبیر تشریق پڑھتا ہوا جائے، اور عید الفطر کی نماز کے لیے جائے تب بھی تکبیر پڑھے؛ لیکن آہستہ پڑھے تاکہ مسلمانوں کی شان ظاہر ہو۔ آج کوئی تکبیر پڑھنے کا اہتمام ہی نہیں کرتا۔ حالاں کہ ان چیزوں کا اہتمام کرنا چاہیے۔ اور یہ وہ عبادتیں ہیں جو اللہ تبارک و تعالیٰ کو بہت پسند ہیں۔

ان دنوں میں ایک اور عبادت ہے جو باقاعدہ واجب کی گئی ہے کہ ۹ ویں ذی الحجہ یعنی عرفہ کے دن کی فجر کی نماز سے لے کر ۱۳ ویں ذی الحجہ کی عصر کی نماز تک کل ۲۳ رفرض نمازوں میں ہر نماز کے بعد ایک مرتبہ تکبیر تشریق کہنا واجب ہے۔ مرد ہو یا عورت، مقیم ہو یا مسافر، ہر ایک کے لیے واجب ہے: اللہ اکبر اللہ اکبر لا إله إلا الله والله أكبر الله أكبر والله الحمد۔ ہم تو مسجد میں ہوتے ہیں، کوئی پڑھتا ہے تو سب کو یاد آ جاتا ہے۔ اس کو واجب قرار دیا گیا ہے۔ اس کا اہتمام ہونا چاہیے۔

قربانی اور زکوٰۃ کا نصاب الگ الگ:

اور پھر ذی الحجہ کے ان دنوں ہی میں ۱۰/۱۱، اور ۱۲ ویں تاریخ کو قربانی کی جاتی ہے۔ جو صاحب نصاب ہیں ان پر واجب ہے۔ دیکھو! بہت سے لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ جس

پر زکوٰۃ فرض ہے اسی پر قربانی واجب ہے۔ حالاں کہ قربانی کا نصاب زکوٰۃ کے نصاب سے قدرے ہلکا ہے۔ بہت سے لوگوں پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے؛ لیکن قربانی واجب ہے، صدقۃ الفطر واجب ہے۔ زکوٰۃ کے وجوب کے لیے نصاب یہ ہے کہ کوئی آدمی ۶۱۲ گرام ۳۶۰ ملی گرام چاندی یا اس کی قیمت کے بقدر سونے یا تجارت کے سامان کا مالک ہو۔

ثمن خلقی:

زکوٰۃ فرض ہونے کے لیے، مال نامی یعنی بڑھنے والا مال ہونا چاہیے۔ اب بڑھنے والے مال میں ایک قسم کا مال تو بڑھتا ہوا نظر آتا ہے، جیسے مویشی، چوپائے، گائے، بکریاں، اونٹ وغیرہ، جو قدیم زمانہ میں ہوا کرتے تھے۔ اور دوسرا بڑھنے والا مال وہ ہے جس میں تجارت کی صلاحیت ہے۔ اس میں سے دو مال تو ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے تجارت کے لیے پیدا ہی کیا ہے: سونا اور چاندی۔ ان کو ثمن خلقی کہتے ہیں۔ تو جس کے پاس سونا اور چاندی ہو، چاہے ان میں تجارت کی نیت کرے یا نہ کرے، ان کے ثمن خلقی ہونے کی وجہ سے ان میں زکوٰۃ فرض ہے۔ اور قدرت کا نظام دیکھو! جب سے دنیا پیدا ہوئی تب سے آج تک لوگوں کی محبتیں ان میں برقرار ہیں۔ اور اس کی قیمت کا آج تک ڈی ویلیو ایشن (devaluation) نہیں ہوا، نوٹوں کا ہو جائے؛ لیکن ان کا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ لوگ تو حفاظت کے لیے ان - سونے چاندی - کو ہی خرید کر محفوظ رکھتے ہیں۔ ان کو جمع کرنے والے کو کبھی گھانا نہیں ہوا ہوگا۔ ان دو دھاتوں کو اللہ تعالیٰ نے پیدا ہی کیا ہے خرید و فروخت کے لیے۔ اسی لیے فقہاء کہتے ہیں کہ یہ ثمن خلقی ہیں۔ خلقی یعنی اس سے خرید و فروخت کرے یا نہ کرے وہ تجارت کے حکم میں ہی ہے۔ اُس میں تو زکوٰۃ فرض ہو جائے گی۔

ثمن عرفی:

اور کرنسی اور نوٹ کو فقہاء نے ثمن عرفی کہا ہے۔ یعنی حکومت نے اس کو خرید و فروخت کرنے کے لیے چھاپا ہے۔ جب تک کرنسی جاری ہے تو وہ بھی اسی حکم میں ہے۔ اس کے علاوہ باقی جو بھی مال ہو، جب تک کہ اس میں تجارت کی نیت نہ ہو تب تک اس میں زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔ تجارت کی نیت سے ہی وہ بڑھنے والا مال بنے گا۔ میں دس لاکھ کرسیاں لا کر اپنے گھر میں رکھ لوں تو پڑے پڑے اس میں سے دوسری کرسیاں پیدا ہونے والی نہیں ہیں لیکن میں یہ کرسیاں تجارت کے لیے لایا ہوں، تو اس میں نفع ملے گا۔ تجارت کی نیت ایک ایسی نیت ہے کہ جو ان چیزوں کی بڑھوتری کا ذریعہ بنتی ہے۔ مٹی میں بھی اگر تجارت کی نیت کی ہو، تو اس میں بھی اس کو کچھ نہ کچھ ملے گا۔ گویا دوسرے تمام اموال، نامی اسی وقت بنتے ہیں جبکہ ان میں تجارت کی نیت ہو۔

مولیٰ کو چھوڑ کر ان چار اموال میں زکوٰۃ فرض ہوتی ہے: (۱) سونا (۲) چاندی۔ یہ تو قدرتی طور پر تجارت کے لیے ہیں ہی۔ (۳) کرنسی، جو عرفی اعتبار سے ہے۔ (۴) ان کے علاوہ جتنے بھی اموال ہیں، ان میں اگر تجارت کی نیت ہے تو زکوٰۃ فرض ہوگی۔

اس میں زکوٰۃ نہیں، لیکن صدقہ فطر اور

فربانی ہے:

اب کسی کے پاس مال ہے؛ لیکن تجارت کی نیت نہیں کی ہے، آپ کے پاس گھر میں بہت سارے برتن ہیں، دو لاکھ کے برتن ہیں، تپیلے، ہانڈے وغیرہ، جو آپ کے کام

نہیں آتے؛ لیکن آپ نے اس میں تجارت کی نیت نہیں کی ہے، تو ان دو لاکھ کے بانڈوں میں زکوٰۃ فرض نہیں ہے؛ لیکن یہ آپ کی ضرورت سے زیادہ ہیں، اس لیے ان میں قربانی اور صدقۃ الفطر واجب ہے۔ دو لاکھ کے کیا؟ ۶۱۳ گرام، ۶۰ ملی گرام چاندی کے برابر بھی ہوں، تو اس میں قربانی واجب ہو جائے گی۔ آج کل کیا ہوتا ہے؟ لوگوں کے گھروں میں شوکیس (Show case) کے نام سے ایک چھوٹی سی الماری ہوتی ہے، اس میں بہت سی فضولیات جمع کر دی جاتی ہیں، اس کی قیمت بہت زیادہ ہوتی ہے!!! ہے کسی کام کی نہیں!!! لیکن بالفرض اگر ان کی قیمت شمار کی جائے تو پچاس ہزار ہے، اور یہ سب ضرورت سے زیادہ ہیں، تو اس میں زکوٰۃ تو فرض نہیں؛ کیوں کہ تجارت کی نیت نہیں ہے، وہ تو شو (Show) کے لیے لائے ہیں، لیکن قربانی اور صدقۃ الفطر اس پر واجب ہوگا۔

زائد فلیٹ پر قربانی واجب:

آپ جس مکان میں رہتے ہیں وہ، اور دوسرا فلیٹ آپ کے پاس زائد ہے، جس میں رہائش کی ضرورت نہیں ہے، کبھی کوئی مہمان آیا تو استعمال ہوا، ورنہ کچھ نہیں! ایسے ہی خالی پڑا ہے۔ تو اس میں بھی قربانی واجب ہو جائے گی؛ حالاں کہ وہ فلیٹ آپ نے آئندہ ضرورت کے لیے رکھا ہے، ابھی اس کی ضرورت نہیں ہے، تو اس پر زکوٰۃ تو فرض نہیں ہے؛ لیکن قربانی واجب ہے۔

تو بقلم خود مفتی بن گیا.....:

بہت سے لوگ غلط فہمی کے شکار ہیں۔ وہ یوں سمجھتے ہیں کہ ہم پر زکوٰۃ تو فرض نہیں ہے، اس لیے قربانی بھی نہیں ہے۔ نہیں! بہت سے ایسے لوگ ہیں جن پر قربانی واجب ہے؛

چاہے زکوٰۃ فرض نہ ہو، ان پر صدقۃ الفطر بھی واجب ہے۔ چنانچہ بہت سے لوگ صدقۃ الفطر ادا کرتے ہیں، ان کو پوچھیں کہ صدقۃ الفطر ادا کیا؟ تو کہیں گے: ہاں! ہاں! ادا کر دیا۔ پھر پوچھیں: قربانی؟ تو کہیں گے: وہ واجب نہیں ہے۔ ارے بھائی! تو بقلم خود مفتی بن گیا؟ صدقۃ الفطر واجب ہے، اور قربانی واجب نہیں ہے۔ کون سی کتاب میں تجھے یہ مسئلہ ملا؟ لوگ بھی اپنے طور پر فیصلہ کر لیتے ہیں۔ جیسے بہت سے لوگ کرسی پر نماز پڑھتے ہیں، وہ اپنے طور پر طے کر لیتے ہیں۔ ارے بھائی! آپ کو ایسا کوئی عذر پیش آئے، تو پہلے مفتیوں سے ملو، اور خوب تحقیق کر لو، وہ اجازت دیں تو کرسی پر نماز پڑھو۔ ایسا نہیں کہ کرسی پڑی ہوئی ہے تو آکر بیٹھ گئے، اور نماز شروع کر دی۔ حاصل یہ ہے کہ قربانی بہت سے لوگوں پر واجب ہوتی ہے؛ اگرچہ ان پر زکوٰۃ فرض نہ ہو۔ اس لیے اس ماہ میں قربانی کی بڑی تاکید آئی ہے۔

یہ تو گھر کی چیز ہے:

قربانی کے سلسلہ میں صحابہؓ نے حضور ﷺ سے پوچھا: یا رسول اللہ! ما ہذہ الأضاحی؟ اللہ کے رسول! یہ قربانیاں کیا ہیں؟ نبی کریم ﷺ نے جواب میں فرمایا: سنۃ أبیکم! براہیم۔ چوں کہ سب عرب حضرت ابراہیمؑ کی اولاد ہیں۔ یہ تو تمہارے ابا ابراہیمؑ کی سنت ہے!!! گویا ان کو اور زیادہ مانوس کرنے کے لیے کہا کہ یہ تو گھر کی چیز ہے۔ پھر صحابہؓ نے پوچھا: فما لنا فیہا؟ ہم کو کیا ملے گا؟ فرمایا: بکل شعرة حسنة قربانی کے جانور کے ہر بال کے بدلہ میں ایک نیکی۔ کتنے بال ہوتے ہیں!!!

..... ہماری عید گاہ میں نہ آئے:

اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ آدمی جب قربانی کا جانور ذبح کرتا ہے تو اس کا

خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ کے یہاں مقبول ہو جاتی ہے۔ اور حدیث میں یہ بھی ہے کہ قربانی کے ان تین دنوں میں قربانی کے جانور کا خون بہانے سے بڑھ کر کوئی عبادت اللہ کو پسند نہیں ہے۔ بہر حال! قربانی واجب ہے۔ اس کا اہتمام کرنا چاہیے۔ اسی لیے حضور ﷺ نے حدیث شریف میں فرمایا: **مَنْ وَجَدَ سَعَةً وَلَمْ يَصْحَ فَلَا يَقْرِبَنَّ مَصْلَانَا**۔ جس نے قربانی کرنے کی طاقت (واجب) ہونے کے باوجود قربانی نہیں کی، وہ ہماری عید گاہ میں نہ آئے۔ گویا اس کو عید کی خوشی منانے کا حق نہیں ہے۔ تم پر قربانی واجب ہے، پھر بھی نہیں کرتے!!! قربانی کرنی پڑے گی۔ لہذا قربانی کی بڑی اہمیت ہے اس کا اہتمام ہونا چاہیے۔

کچھ حصہ ہمارے لیے بھی:

اور جن پر قربانی واجب ہے وہ، اور جن پر واجب نہیں ہے لیکن نفل قربانی کرنے والے ہیں، ان کے لیے حکم یہ ہے کہ چاند ہوتے ہی جب تک قربانی نہ کریں تب تک ناخن اور بال نہ کٹوائیں۔ امام احمدؒ کے نزدیک تو یہ حکم واجب ہے، حنفیہ کے ہاں سنت ہے؛ لیکن حضور ﷺ نے اس کا حکم دیا۔ علماء لکھتے ہیں کہ اس میں کیا حکمت ہے؟ تو دراصل یہ ہے کہ جیسا ابھی بتلایا کہ انہی دنوں میں ایک عبادت وہاں مکہ مکرمہ میں ادا کی جاتی ہے، حج کی عبادت، حج کی جگہوں میں۔ تو آدمی جب احرام باندھتا ہے تو احرام باندھنے والے کو منع کر دیا گیا کہ تم نہ ناخن کٹوا سکتے ہو، نہ بال کٹوا سکتے ہو۔ اور بھی بہت ساری پابندیاں ہیں۔ ان میں سے یہ دو پابندیاں ہیں۔ اب یہاں قربانی والے کو یہ کہا۔ تو گویا اللہ تبارک و تعالیٰ اس حکم کے ذریعہ سے قربانی کرنے والوں کو حاجیوں کے مشابہ بتاتے ہیں۔ اور جو رحمتیں

حاجیوں پر اللہ تعالیٰ وہاں نازل فرماتے ہیں اس میں سے کچھ حصہ یہاں بیٹھے بیٹھے اللہ میاں ہم کو بھی دینا چاہتے ہیں۔ اس لیے یہ حکم ملا ہے۔ اس لیے اس کا بھی اہتمام ہونا چاہیے۔ بہر حال! ان احکام کا اہتمام کیا جائے، ان کی ادائیگی کی طرف خود توجہ دیں، گھر کی عورتوں اور بچوں کو بھی یہ باتیں بتائی جائیں؛ تاکہ بچپن سے ان کی تربیت ہو۔ روزوں کا بھی اہتمام ہو اور دیگر عبادات کا بھی۔

اس سے بڑا محروم کون؟

یہ دن بڑی برکتوں والے ہیں۔ کم سے کم اپنے آپ کو ان دنوں میں گناہوں سے بچانے کا اہتمام ہو۔ ایسے برکت والے دنوں میں اگر کوئی آدمی گناہ کر لے تو اس سے بڑا محروم اور کون ہو سکتا ہے؟ ان دنوں میں گناہ کرنے کی نحوست یہ ہوتی ہے کہ انسان سال بھر گناہوں سے بچ نہیں پاتا ہے۔ اور اگر ان دنوں میں اپنے آپ کو گناہوں سے بچالے گا تو اللہ تعالیٰ دیگر ایام میں بھی گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں گے۔ لہذا ان مبارک دنوں کی قدر کرنی چاہیے۔

نیکوں کے دو سیزن:

علماء نے لکھا ہے کہ نیکوں کے دو سیزن ہیں۔ ایک تو رمضان کا مہینہ، جس میں اللہ تعالیٰ بکثرت نیکیاں عطا فرماتے ہیں۔ ایک فرض کا ثواب ستر (۷۰) فرض کے برابر، اور نفل کا ثواب فرض کے برابر۔ گویا اس میں لوہا سونے کے بھاؤ بکتا ہے۔ اور دوسرا موسم عشرہ ذی الحجہ ہے۔ اس میں بھی اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے بڑا ثواب دیا جاتا ہے۔ اس لیے ان سیزنوں کو ہم وصول کر لیں۔ اور جتنا زیادہ وصول کریں گے، اتنا ہمارے لیے فائدہ ہی

فائدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی توفیق عطا فرمائے، اور آپ کو بھی عطا فرمائے۔

کوشش کرو، اللہ سے دعاؤں کا اہتمام کرو۔ اور اپنے گھر میں بھی ایسا ماحول بناؤ۔ روزانہ اسی ارادہ سے عمل کرو کہ حضور ﷺ نے یہ بات فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان دنوں کا عمل بہت محبوب ہے، اس لیے میں یہ عمل کرتا ہوں، اسی لیے قرآن پڑھتا ہوں، اسی لیے تسبیح پڑھتا ہوں۔ اس کی وجہ سے ہمیں اس کا مزید فائدہ حاصل ہوگا۔